mazhar attari & Kashif attari

اجابۃ السائلین عن عقائد المسلمین

درجہ ثالثہ

المؤلف:

محمد مظہر عطاری

محمد کاشف عطاری

جامعۃ المدینہ فیضانِ اہلبیت للبنین

متی تل ملتان

"بسم اللہ الرحمن الرحیم"

سوال التمیز: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو یہ دنیا، جنت، دوزخ اور افلاک پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے کیا یہ کہنا صحیح ہے اور یہ دین کے اصول اور اس کی بنیادوں سے مخالفت تو نہیں؟

جواب:

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قول صحیح اور سچا ہے اور کئی احادیث سے ثابت ہے۔ مرفوع حدیث

پاک ہے۔ دیلمی نے ابن عباس سے روایت کی
ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے
اور عرض کی کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے یا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ پیدا
ہی نہ کرتا۔

اور یہ سوال کہ دین کے اصول اور بنیادوں
کے خلاف تو نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس کے
خلاف نہیں بلکہ روایات اور بزرگ علماء کے اقوال
سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

سوال نمبر 2: کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یا بشر؟

جواب:

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری
کے اعتبار سے بشر ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں
آیا:

قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا (بنی اسرائیل)
ترجمہ: تم فرماؤ میرے رب پاک ہے میں تو اللہ پاک
کا بھیجا ہوا آدمی ہوں رسول
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہونے کے
ساتھ ساتھ نور بھی ہیں۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے
کہ:
قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین (مائدہ)

مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نور سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور ایسا ہی ابن عباس کی تفسیر میں ہے۔
تفسیر طبری، رازی، بغدادی، جلالین اور خازن، نسفی، صاوی اور بہت سی معتبر کتابوں میں ہے کہ یہاں نور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔
بشر اور نور کے درمیان کوئی منافات نہیں جیسا کہ علمائے کرام نے فرمایا ہے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نور ہیں مگر جب وہ حضرت مریم کے پاس آئے تھے تو بشر کی حالت میں آئے تھے تو جب نور بشر ہو سکتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہوتے ہوئے نور بھی ہو سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۳: کیا نبی کریم علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں اور ان کی اس زندگی کا اثر دنیا میں بھی ہوتا ہے!

جواب:

انبیاء کرام کی وفات کے بعد ان کی حیات حق اور صحیح ہے یہ قرآن عظیم اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:
ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون۔
یہ آیت انبیاء کرام کی وفات ظاہری کے بعد ان کی

حیات پر دلالت کرتی ہے۔ انبیاء شہداء سے زیادہ
فضیلت والے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات
پر دلالت کرتی ہے۔ بے شک اللہ عزوجل نے
رسول اللہ علیہ السلام کے درمیان شہادت اور نبوت
کو جمع کر دیا۔ امام سبکی فرماتے ہیں کوئی نبی ایسا
نہیں جس میں نبوت کے ساتھ شہادت کے وصف کو
جمع نہ کر دیا ہو پس وہ آیت کے الفاظ کے عموم میں
داخل ہوں گے

احادیث کریمہ انبیاء کرام کی حیات پر:

حضرت انس سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے
تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔
ابو یعلی بیہقی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں
میں زندہ ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں
ابو داؤد اور بیہقی سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر
حرام فرمایا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے
پس ان احادیث کریمہ سے پتا چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی قبر میں روح اور جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔ اپنے
رب کی عبادت کرتے ہیں۔ سلام کا جواب دیتے ہیں اور
کیلئے شفاعت کرتے اور ان کی بخشش کیلئے دعا فرماتے ہیں

انبیاء کرام کی حیات کے بارے میں علماء اور سلف کے
اتنے اقوال ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

مسئلہ نمبر ۶: کیا رسول اللہ ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد جاگتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا ممکن ہے؟

جواب:

جی ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ظاہری کے بعد بیداری کی حالت میں ان کی زیارت کرنا ممکن ہے بلکہ یہ بعض صالحین کیلئے واقع بھی ہوا ہے اور ایسی کوئی چیز نہیں جو عقلاً اور شرعاً اس سے مانع ہو۔

بخاری شریف کی حدیث پاک ہے۔
جس نے خواب میں میری زیارت کی وہ عنقریب بیداری میں بھی زیارت کرے گا اور شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

مسئلہ نمبر ۷: کیچھ نبی کریم علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں محفل میلاد کرتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کیچھ لوگ اس محفل پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بدعت ہے۔ اسکی حقیقت کیا ہے؟

جواب:

اہل اسلام ہمیشہ ہر ملک سے ہر شہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی محفل سجاتے ہیں۔ اسکی

اصل قرآن سے ثابت ہے اور حدیث سے اور علماء کے اقوال اور ان کے عمل سے ثابت ہے۔
اگر شرع میں اسکی اصل نہ بھی ہوتی تب بھی اسکو روکنا شرع کی خاموشی کا نفی ہے۔

میلاد منانے کی مختلف صورتیں:

میلاد شریف منانے کی محفلیں مختلف زمانوں میں مختلف طریقوں کے ساتھ ہوتی رہیں، روزے رکھ کر، غلام آزاد کر کے، کھانا کھلا کر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنے اور ان کے ذکر کرنے کے اجتماعات کے ساتھ.

بعض علماء کرام جو اس کا انکار کرتے ہیں وہ اسکی اصل کا انکار نہیں کرتے بلکہ وہ اس میں کھیل کود اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ ملنا وغیرہ جیسے غیر شرعی کام جو محفل میں شامل ہو جاتے ہیں وہ اس بناء پر انکار کرتے ہیں۔ اسکی اصل کا انکار نہیں کرتے ہیں جو محفلیں ان یعنی غیر شرعی کاموں پر مشتمل ہوتی ہیں ہم بھی ان کے منکر ہیں اگر میلاد شریف وغیرہ میں بھی کوئی غیر شرعی کام نہ ہو تو یہ بالکل شرعاً جائز ہے۔ اسمیں کوئی ممانعت نہیں.

سلو التمیز:

کیا اللہ عزوجل کا فرمان:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما اس

کا حکم قیامت تک باقی ہے یا صرف رسول اللہ علیہ السلام

کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص تھا؟

جواب:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا حکم قیامت تک باقی ہے اور کیوں نہ ہو بے شک نبی کریم علیہ السلام دارین (دنیا و آخرت) میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مخلوق میں سب سے بڑا وسیلہ ہیں اس آیت میں رحمت و شفقت مطلقہ ہے اس کو کسی اور شکل طور پر مقید نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص نہیں کیا جائے گا۔

جس نے اس آیت کریمہ کو رسول اللہ علیہ السلام کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص کیا تو اس کو چاہیے کہ وہ اس پر دلیل دے کیونکہ اطلاق دلیل کا محتاج نہیں کیونکہ وہ اصل ہے اور تعقیب (مقید کرنا) دلیل کا محتاج ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے فقہائے کرام نے یہ دلیل لی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنا مستحب ہے اس کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں بھی ذکر کیا ہے امیر المومنین ابو جعفر منصور نے امام مالک سے سوال کیا کہ میں قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا رسول اللہ کے روضہ مبارک کی طرف منہ کر کے دعا کروں تو امام مالک نے فرمایا تو اپنا چہرہ روضہ رسول سے نہ ہٹا کیونکہ وہ قیامت کے دن تمہارے اور تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں تم ان کی طرف منہ کرو اور ان کے ذریعے شفاعت طلب کرو بے شک اللہ عزوجل

ان کی شفاعت کو قبول فرماتا ہے۔ یہ مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔

سوال نمبر 7:

کیا دعا میں نبی کریم علیہ السلام کا وسیلہ دینا جائز ہے ان کے انتقال کے بعد؟

جواب:

لغوی معنی:

وسیلہ کا لغوی معنی ہے جس کے ذریعے کسی شے تک پہنچا جائے یا جس کے ذریعے قرب حاصل کیا جائے۔

شرعی تعریف:

جس کے ذریعے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پہنچا جائے اور اللہ عزوجل کا قرب حاصل کیا جائے۔

وسیلہ کا حکم:

وسیلہ جائز ہے قرآن، سنت اور اقوال سلف اور ان کے عمل سے ثابت ہے۔

قرآن مجید سے وسیلہ کا ثبوت:

اللہ عزوجل نے لفظاً دو جگہوں پر وسیلہ کا ذکر فرمایا ہے۔

(1) پہلی جگہ پارہ 6 سورۃ مائدہ میں ہے
یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ
(2) دوسری جگہ پارہ 15 سورہ اسرائیل
جو لوگ نبی کریم علیہ السلام کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں ان کی تعمیل لفظی یہ ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

پارہ نمبر ۱۵

اولئک الذین یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ ان عذاب ربک کان محذورا ۵

وسیلہ کے بارے میں مزید دو آیات مبارکہ:

دو اور جگہوں پر بھی وسیلہ کا ذکر بغیر اس لفظ کا

(۱) پہلی جگہ پارہ پہلا سورہ بقرہ

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا

(۲) دوسری جگہ پارہ پانچ سورۃ النساء

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک

احادیث کریمہ سے وسیلہ کا ثبوت:

۱) عثمان بن حنیف کی حدیث سے وسیلہ ثابت ہے جس میں ایک نابینا شخص کا ذکر ہے، رسول اللہ نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے وسیلہ سے دعا کرے۔

جب اس نابینا شخص نے دعا کی تو اللہ پاک نے ان کی بصارت سے پردہ ہٹا دیا اور ان کو بینائی عطا فرمائی۔

حدیث کا ترجمہ یوں ہے کہ:

اے اللہ عزوجل میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد نبی الرحمۃ کے وسیلے سے اے محمد میں آپ کے وسیلے کے ذریعے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا اپنی حاجت میں تاکہ میری حاجت کو پورا کیا جائے۔

۲) حضرت عمر بن خطاب کے دور میں جب قحط ہوا تو آپ نے حضرت عباس بن عبد المطلب کا وسیلہ دے

کہ بارش کی دعا کی تو اللہ عزوجل نے ان کی دعا قبول
فرمائی اور بارش عطا فرمائی

حدیث کا ترجمہ یوں ہے کہ:

اے اللہ ہم اپنے نبی کے وسیلے کے ذریعے سے دعا کرتے
تھے تو تو ہمیں بارش عطا کر دیتا تھا
اور آج ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے
ہیں پس تو ہم کو بارش عطا فرما.

اقوال سلف وسیلے کے جائز ہونے اور مستحب
ہونے کے بارے میں کثیر ہیں:
ائمہ کرام نے وسیلے پر الگ باب باندھا ہے
وسیلے کے بارے میں اقوال سلف اتنے ہیں جن کو
شمار نہیں کیا جاسکتا یا ان کو مکمل طور پر معلوم نہیں کیا جاسکتا

**سوال نمبر 8: کسی کا یہ کہنا کیسا کہ اللہ عزوجل
بھی مدد کرتا ہے. انبیاء کرام اور صالحین بھی
مدد فرماتے ہیں یہ تو شرک ہو گیا:**

جواب:

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ:

اللہ عزوجل کا مدد کرنا ذاتی طور پر ہے اور انبیاء
و صالحین جو مدد کرتے ہیں وہ ذاتی طور پر نہیں بلکہ
اللہ پاک کی عطا سے کرتے ہیں. اسی طرح انبیاء کرام
کا جو علم غیب ہے وہ ذاتی نہیں بلکہ اللہ عزوجل
کی طرف سے عطا کردہ ہے اگر اس بات کو شرک
قرار دیا جائے تو حضرت عیسیٰ [illegible] لازم آئے گی

مثلاً: حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرتے موت
دیتے ہیں حالانکہ زندگی اور موت دینا تو اللہ عزوجل کا
کام ہے اور حضرت میکائیل علیہ السلام روزی دینے
کا کام کرتے ہیں حالانکہ روزی دینا تو اللہ عزوجل کا
کام ہے جب تو یہ کام بھی شرک ہو جائیں گے اس کا جواب
یہی ہے کہ انبیاء کرام، صالحین اور فرشتے جو بھی مدد
کرتے ہیں وہ اللہ عزوجل کی عطا سے کرتے ہیں تو یہ
اللہ عزوجل نے دیا تو شرک ٹھہرانا تو نہ ہوا۔

مذہب اہلسنت وجماعت:

اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی حیات اور وفات ظاہری کے بعد آپ علیہ السلام کے
وسیلہ سے دعا کرنا جائز اور صحیح ہے اور اسی طرح
باقی انبیاء کرام اور اولیاء کرام اور صالحین کا وسیلہ
دینا جائز ہے ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تاثیر نفع
اور نقصان سب اللہ عزوجل کے حکم سے ہوتا ہے کہ
اللہ عزوجل سے اور انبیاء کرام اور دیگر صالحین کے
درمیان فرق یہ ہے کہ تاثیر نفع اور نقصان
دینا اللہ عزوجل کا ذاتی ہے جبکہ انبیاء کرام
اور دیگر صالحین کا نفع وغیرہ دینا ذاتی نہیں بلکہ
اللہ پاک کی عطا اور اس کے فضل و کرم سے ہے۔

مسئلہ نمبر ۹:

اللہ پاک کے بندوں سے مدد طلب کرنے
اور مخلوق کیلئے اللہ پاک کے اسباب میں سے کسی
سبب کو اختیار کرنے کا کیا حکم ہے اور اس کے دلائل

کیا ہیں؟

جواب:

استعانت اور استمداد کا معنی ہے مدد طلب کرنا
جہاں ایسا شخص کا بندہ ہر وقت اور ہر لمحہ میں حقیقتاً
اللہ عزوجل سے مدد طلب کرتا ہے کیونکہ ہر چیز
اللہ عزوجل کی محتاج ہے اور اللہ عزوجل کے قائم
کرنے سے اس چیز کا قیام ہے اللہ عزوجل کی
سنت ہے عالم کو قائم کرنا اور اسکی مدد کرنا اللہ عزوجل
کے بنائے گئے اسباب میں سے کسی سبب کے ساتھ
جس کو اللہ عزوجل نے بذات خود پیدا کیا ہے۔
ہمارا ایمان ہے کہ اللہ عزوجل حقیقی طور پر
پروردگار اور مالک ہے اور اللہ عزوجل نے عالم کے
قیام کیلئے اسباب پیدا فرمائے ہیں اور عالم میں
موجود ہر چیز کیلئے یہاں تک کہ اس کو فنا کرنے کا اللہ
پاک کا حکم آجائے۔ مسلمان جب بھی اللہ عزوجل
کی مخلوق میں سے کسی سے مدد طلب کرتا ہے تو
پہلے یہ ایمان رکھتا ہے کہ حقیقت میں اللہ عزوجل
مددگار ہے مالک ہے اور خالق حقیقی ہے اور
جس سے مدد طلب کرتا ہے وہ شخص اسکو سبب
سمجھتا ہے وہ اس کو حقیقت میں نفع دینے اور
نقصان دور کرنے والا گمان نہیں کرتا۔ مسلمان جیسے مرض
کو دور کرنے کیلئے دوا لیتا ہے لیکن یقین رکھتا ہے کہ
اللہ عزوجل شفا دینے والا ہے وہ اس کو ایک
سبب سمجھتا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ مسلمان

کسی انسان سے مدد طلب کرنا یا جو کسی اور چیز سے کوئی بھی انسان اس طرح مدد طلب کرتا ہے تو مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حسن ظن رکھے۔

انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے پر دلائل:

استعانت، استمداد اور استغاثہ یہ سب جائز ہیں اور قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔ اس کا جو منکر ہو تو اس کا اپنا عمل ہی اس کے اپنے قول کے مخالف ہے کیونکہ انسان پوری زندگی بہت سے معاملات میں لوگوں سے مدد طلب کرتا ہے۔ لوگوں سے مدد مانگنا مجاز ہے جبکہ حقیقت میں مدد گار اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ وہ ان اسباب کو پیدا کرنے والا ہے۔

قرآن مجید سے مدد مانگنے کا ثبوت:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدہ)

ترجمہ:

اور تم مدد کرو نیکی اور تقویٰ پر اور تم گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کرو

اس آیت میں ہمارا رب ہمیں نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ جب مسلمان کتنے امور میں مدد کرنے سے مشرک نہیں ہوئے تو اپنے معاملات میں مدد کرنے سے کیسے مشرک ہو سکتے ہیں۔ تعاون اور استعانت کے درمیان ایسا کوئی فرق ہی نہیں جو شرک کا سبب ہو۔

دوسری آیت مبارکہ:

واجعل لی وزیرا من اھلی ھرون اخی
اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری

ان آیات مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے اور وہ دعا یہ ہے۔

ترجمہ:

اے اللہ عزوجل تو میرے خاندان میں سے میرے لئے ایک وزیر بنا دے میرے بھائی ہارون کو۔ ان کے ذریعے میری کمر کو مضبوط کر دے اور انہیں میرے کام میں شریک کر دے۔

درج بالا آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کہ اللہ عزوجل کے نبی ہیں وہ اللہ عزوجل سے سوال کر رہے ہیں اے اللہ میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار اور میرے کام میں شریک کر دے کیا یہ نبی کا اپنے بھائی سے مدد طلب کرنا نہیں۔

حدیث پاک سے مدد طلب کرنے کا ثبوت:

نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ

ترجمہ:

اللہ عزوجل بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ (صحیح مسلم)

میرے نبی کریم علیہ السلام کا کلام جامع ہے آپ علیہ السلام نے ایک ہی مثال میں حقیقت اور مجاز کی مثال دے دی۔ اللہ عزوجل کا بندے کی مدد کرنا حقیقت ہے اور بندے کا بندے کی مدد کرنا مجاز ہے۔

اللہ عزوجل نے ایک بندے کو دوسرے بندے کی مدد کرنے کیلئے سبب بنایا ہے۔

دوسری حدیث:

نبی کریم علیہ السلام نے راستے کے حقوق کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَتُغِیثُوا الْمَلْہُوفَ وَتَھْدُوا الضَّالَّ

ترجمہ:

مظلوم کی فریاد سنو اور مدد کرو اور راستہ میں بھٹکے ہوئے شخص کی مدد کرو۔

اس میں مدد طلب کرنے کی نسبت بندے کی طرف ہے اور حکم دیا بندوں کو کہ ان کے بعض دوسرے بعض لوگوں کی مدد کریں۔

استعانت اور استمداد کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا:

قیامت کے دن لوگ مدد کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے مدد کرنے اور شفاعت طلب کرنے کیلئے حضرت آدم علیہ السلام کسی اور نبی کے پاس بھیجیں گے اس طرح سے ہوتے ہوئے آخر میں سب لوگ نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو آپ علیہ السلام ان کی مدد کریں گے اور شفاعت بھی کریں گے اور حساب شروع ہوگا۔

اعتراض:

قرآن مجید کی سورۃ فاتحہ میں ہے

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝

ترجمہ:
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں
اس آیت کریمہ میں تو اللہ عزوجل صرف اپنی ہی سے مدد مانگنے کا حکم دے رہا ہے اور تم خود اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ غیر اللہ کی عبادت کرنا شرک ہے جب غیر اللہ کی عبادت کرنا شرک ہے تو غیر اللہ سے مدد مانگنا بھی شرک ہے۔

اعتراض کا جواب:
قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے کہ:
لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض
ترجمہ:
اللہ ہی کی ہیں تمام آسمان و زمین کی چیزیں
اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل اپنے لئے زمین و آسمان تمام چیزوں کی ملکیت اور حاکمیت کا دعوی کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود آپ لوگ غیر اللہ کو اپنا حاکم اور بادشاہ تسلیم کرتے ہو اور اپنی مقبوضہ اشیاء مثلاً: زمین و مکان اور جائیداد کی ملکیت کا بھی دعوی کرتے ہیں تو آپ کے قاعدے کے مطابق آپ بھی مشرک ہوئے۔
لہٰذا معلوم ہوا کہ اس آیت میں مدد مانگنے سے مراد حقیقی مدد ہے مثلاً یہ کہ اللہ عزوجل ہم تجھے حقیقی کارساز مان کر تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور غیر اللہ سے مدد مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان سے بعطائے الٰہی

اور وہ اسے فضلِ باری تعالیٰ سمجھ کر مدد طلب کرتے
ہیں اور اسی طرح جو کچھ آسمان و زمین میں ہے اس کا
حقیقی مالک اللہ عزوجل کی ذات ہے مگر بندوں
کی حاکمیت فقط بعطائے الٰہی یعنی اللہ عزوجل کی
عطا کردہ ہے اگر یہ تاویل نہ کی جائے تو آپ کے خود
ساختہ قاعدے کے مطابق کوئی مشرک سے محفوظ
نہیں رہ سکتا کیونکہ دنیا کا تقریباً سارا نظام ہی ایک
دوسرے کی مدد کے تحت چل رہا ہے انسان اپنی پیدائش
سے لے کر موت، کفن دفن اور قبر تک غیر اللہ کا محتاج
ہے۔ کوئی طالب علم استاد کی مدد کے بغیر علم حاصل
نہیں کر سکتا۔ عدالت میں کوئی بھی مسئلہ وکیل کی مدد کے
بغیر حل نہیں ہو سکتا۔ نوکری کیلئے کسی افسر کی سفارش
اور مدد درکار ہوتی ہے حالانکہ اللہ عزوجل رازق
ہے اور بندوں کے رزق کا ضامن ہے لہٰذا ثابت
ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا مطلقاً حرام و ناجائز
اور شرک نہیں۔ حقیقی کارساز تو اللہ عزوجل کی ذات
ہے۔ ہر نبی، فرشتہ اور ولی اُس کے محتاج ہیں اور اللہ
پاک کسی کا محتاج نہیں اور بندے بعطائے الٰہی مدد کر
سکتے ہیں۔

اعتراض: کیا ولی بیٹا دیتا ہے جو تم اُن
کے پاس جا کر بیٹا مانگتے ہو یہ تو شرک ہے!

جواب:
قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا

ترجمہ:

بولا میں تمہارے رب کا رسول (قاصد) ہوں اور تمہیں پاک فرزند دینے کیلئے آیا ہوں۔

اس آیت ترجمہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم کو بیٹے کی خوشخبری دے رہے ہیں اور بیٹا دینے کی نسبت اپنی طرف فرما رہے ہیں

اب تمہارے قاعدے کے مطابق معاذ اللہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مشرک ہو گئے لہذا ثابت ہوا کہ اپنی طرف سے بیٹا عطا کرنا بعطائے الہی تھا۔ اولیائے کرام اللہ عزوجل کے برگزیدہ اور مقرب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کی دعا رد نہیں فرماتا اور یہ بعطائے الہی یعنی اللہ عزوجل کی عطا سے ہر چیز عطا کرنے پر قادر ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے آپ علیہ السلام مردوں کو بھی زندہ کر دیتے تھے جو مردہ زندہ کرنے پر قادر ہو گا وہ بعطائے الہی بیٹا دینے پر قادر نہیں۔

سوال نمبر ۹: تبرک اور دلائل کا کیا حکم ہے؟

جواب:

تبرک اللہ عزوجل کی طرف سے نسبت رکھنے والے ہر سلسلے کو کہتے ہیں۔ برابر ہے کہ وہ مکان ہو یا کوئی شخصیت ہو یا کوئی اثر وغیرہ ہو

امالاعتیاد : اللہ عزوجل کی طرف سے فضل وقوت کا اعتقاد رکھتے ہیں ان شخصیات پر اور یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ یہ نہ تو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان نفع سوائے اللہ عزوجل کے اذن سے۔

امالآثار:

نیشانیوں کو بھی ان برگشخصیات کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ ان سے شرف حاصل کیا جاتا ہے ان نیشانیوں کا اکرام کرو اور ان سے محبوب ہونے کی وجہ سے ہے۔

امالاماکن:

مکان کی ذاتی کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ وجہ مکان ہے، فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ اس مکان میں نیکی اور بھلائی واقع ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل کے نیک بندے جو اس میں عبادت کرتے ہیں تو اللہ عزوجل کی اس میں رحمت نازل ہوتی ہے ملائکہ حاضر ہوتے ہیں سکینہ نازل ہوتا ہے اور وہ برکات ہیں جو اس مکان سے حاصل کی جاتی ہے اس مقصود کے لیے۔

تبرک کا حوالہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے جیساکہ اللہ عزوجل قرآن مجید میں تابوت سکینہ کی فضیلت میں ارشاد فرماتا ہے :

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ

خلاصہ قصہ:

یہ تابوت بنی اسرائیل کے پاس تھا وہ اس کے ذریعے مدد طلب کرتے اور جو اس میں آثار تھے وہ اس کے ذریعے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے تھے۔ اس تابوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور کپڑے ان میں سے کچھ چیزیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کے کپڑے مبارک اور نعلین شریف تھے۔ اس کو مفسرین اور محدثین نے بھی لکھا ہے۔ جیسے امام قرطبی، سیوطی، طبری وغیرہ۔

یہ کافروں اور بدکاروں سے عذاب کا دور ہو جانے کا سبب بنا کیونکہ ان میں مومنین بھی تھے اس کو اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا ہے۔ (سورۃ فتح آیت نمبر 25)

اگر مکہ شریف میں مومنین نہ ہوتے تو ہم کفار پر دردناک عذاب بھیجتے۔ مومنین کی برکت کی وجہ سے ان پر عذاب نہیں ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ

میں جہاں بھی ہوں مبارک ہوتا ہوں۔

حدیث پاک سے تبرک کا ثبوت:

بخاری شریف میں رسول اللہ کے وضو کے بارے میں ہے۔ بخاری شریف جلد 1/103

اللہ کی قسم: جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغم نکالتے تو وہ صحابہ کرام میں سے کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر واقع ہوتی تو وہ صحابی اٹھا اس سے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتے تھے۔

امام ابن حجر عسقلانی اس حدیث پاک کی شرح میں

فرماتے ہیں۔ صالحین کی بلغم اور کٹے ہوئے بالوں سے برکت لینا اس سے ثابت ہے۔

بخاری شریف جلد 4/518

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا اور میں نے عبداللہ بن سلام سے ملاقات کی۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے مجھ سے فرمایا۔ تم میرے گھر چلو میں اس پیالے میں پانی پیش کروں گا جس میں رسول پاک علیہ السلام نے نوش فرمایا اور اس مسجد میں نماز پڑھو جس میں نبی پاک علیہ السلام نے نماز ادا فرمائی۔ میں ان کے ساتھ گیا تو انہوں نے مجھے ستو پلایا اور کھجور کھلائی اور میں نے اس مسجد میں نماز پڑھی۔

اس حدیث پاک میں پیالے اور مکان سے برکت حاصل کرنا ثابت ہے۔

لہٰذا اسلام میں کثیر دلائل کے ساتھ ثابت ہے کہ اولیاء سے برکت حاصل کر سکتے ہیں اور متبرک اشیاء سے برکت حاصل کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۵:
مسلمان کو کافر کہنے کا کیا حکم ہے؟ اور اس مسئلے میں امام احمد رضا خان کا کیا موقف ہے؟

جواب:
شریعت کے دلائل دلالت کرتے ہیں کہ بندہ اسلام میں شہادتین دینے کے ساتھ داخل ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح حرام ہے دنیا میں دوسرا مسلمان پر اس کا مال اور اسکی جان اور دار آخرت میں مومن کیلئے کرامت کا گھر ہے۔ مومن نجات پا جائے گا اپنے ایمان کی وجہ سے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ:

اللہ عزوجل جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے جو یہ کہے (لا الٰہ الا اللہ) اللہ عزوجل کی رضا چاہتے ہوئے اور وہ مسلمان جو گناہ گار ہو اور آگ کا مستحق ہو اپنے گناہوں کی وجہ سے بیشک وہ جہنم میں ہمیشہ کیلئے نہیں رہے گا۔ بلکہ وہ اس کلمہ طیبہ سے فائدہ اٹھائے گا حاصل کرے گا اور کلمہ توحید سے بیشک وہ اس کے ذریعے جہنم سے نجات پا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آگ سے نکل جائے گا وہ جس نے یہ کہا (لا الٰہ الا اللہ) اور اس کے دل میں جو کے دانے کے برابر خیر ہو۔

اور آگ سے نکل جائے گا وہ جس نے کہا (لا الٰہ الا اللہ) اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر خیر ہو۔

اور اس سے نکل جائے گا وہ جس نے کہا (لا الٰہ الا اللہ)
اور اس کے دل میں ذرے کے برابر خیر ہو۔
علمائے کرام فرماتے ہیں: جس کیلئے اسلام کا عقیدہ
ثابت ہو تو وہ اسلام سے نہیں نکلے گا مگر یقین کے ساتھ یقین کے ساتھ
بغیر دلیل کے مسلمان کو بغیر ایسی دلیل کے جو سورج
سے بھی زیادہ واضح ہو کسی مسلمان کو کافر قرار دینے سے
بچنا واجب ہے۔ کسی مسلمان کو کافر قرار دینے سے کثیر احکام
مترتب ہوتے ہیں۔
امام غزالی فرماتے ہیں کہ اگر کفر کا حکم لگانے سے بچنے کا
کوئی راستہ مل رہا ہو تب بھی مسلمان کو کافر قرار دینے
سے بچنا واجب / مناسب ہے۔ کسی مسلمان کے خون کو مباح قرار دینا
خطا ہے ہزار کافر کو زندہ چھوڑ دینے سے یہ زیادہ افضل
ہے۔ اس سے کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جائے
بہتر یہ ہے کہ کسی مسلمان پر کفر کا حکم لگانے سے سختی
سے گریز کیا جائے بغیر واضح دلیل کے جس میں کوئی بھی احتمال
نہ ہو۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔
یایھا الذین اٰمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا
ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا تبتغون
عرض الحیوۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذلک
کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا ان اللہ کان بما
تعملون خبیرا۔
ترجمہ:
اے ایمان والو جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کر لو
اور جو تمہیں سلام کرے اُس سے یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں

تم جتنی دنیا کا اسباب چاہتے ہو تو اللہ عزوجل کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ عزوجل نے تم پر احسان کیا تو تم پر تحقیق کرنا لازم ہے بے شک اللہ عزوجل کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

امام طبری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں فتبینوا کی وضاحت میں فرماتے ہیں اس شخص کو قتل کرنے میں توقف کرو جس کا معاملہ تم پر اشکال رکھتا ہو تم اس کی حقیقت نہ جانتے ہو کہ یہ مسلمان ہے یا کافر جس شخص کا معاملہ تم پر پوشیدہ ہو اس کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرو۔ ایسے شخص کو قتل کرنے میں پیش قدمی نہ کرو وہاں اس شخص کو قتل کرنے میں پیش قدمی کرو جس کو تم یقین کے ساتھ جانتے ہو کہ یہ اللہ اور رسول کا دشمن ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے بھی اس معاملہ میں اپنی امت کو ڈرایا: فرمایا:

جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان میں کوئی ایک اس کا بوجھ اٹھائے گا۔ (صحیح بخاری جلد 4 / 127 حدیث 6106)

دوسری کتاب میں حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ جس نے کسی مرد کو کافر کہہ کر بلایا یا اللہ کا دشمن کہا حقیقت میں وہ ایسا نہیں ہے تو وہ کفر اسی کی طرف لوٹ آئے گا۔ صحیح مسلم صفحہ 56 حدیث 217

دوسری کتاب میں الفاظ ہیں فقد کفر احدھما

ان دونوں میں سے کوئی ایک کافر ہو جائے گا۔
ان احادیث کریمہ میں کسی مسلمان کو کافر قرار دینے میں جلدی کرنے میں وعظ و نصیحت اور بڑی ڈانٹ ڈپٹ و توبیخ کی گئی ہے۔

امام طحاوی نے ابو حنیفہ اور ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص ایمان سے خارج نہیں ہوگا مگر اسی چیز کا انکار کرنے سے جس نے اس کو داخل کیا تھا۔ جب یقین ہو جائے اس کے مرتد ہونے کا تب اسی پر حکم لگے گا۔ جس کے مرتد ہونے کا شک ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ جب اسلام یقین کے ساتھ کسی کیلئے ثابت ہو جائے تو وہ شک کے زائل نہیں ہوگا عالم کیلئے مناسب ہے کہ جب اس کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا جائے تو وہ اہل اسلام کو مرتد قرار دینے میں جلدی نہ کرے۔

کسی مسلمان کو کافر قرار دینا اس کے خون اور مال کو مباح کرنا ہے اس میں توقف مناسب ہے اور زبان کو بند رکھنا بھی مناسب ہے۔
کسی کو کافر قرار دینے میں خطرہ ہے جبکہ اس پر خاموشی میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

تکفیر کے مسئلہ میں امام احمد رضا خان کا موقف:

امام احمد رضا خان فرماتے ہیں
ہمارے ائمہ کرام نے حکم دیا کہ جب کسی شخص کے کلام میں 99 احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کیلئے ہو تو کلام کو

اسلام پر محمول کرنا واجب ہے جب تک اس کا خلاف ثابت نہ ہو۔

ملا علی قاری کی کتاب فقہ اکبر کی شرح سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں جب ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اس کی نفی میں ہو تو مفتی اور قاضی کیلئے اولی یہ ہے کہ وہ نفی کے احتمال پر عمل کریں

امام احمد رضا خان خلاصہ فتاوی، جامع فصولین، محیط البرھانی، فتاوی ھندیہ وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں جب مسئلہ میں کئی راہ ہو جو تکفیر کو واجب کریں اور ایک راہ ایسی ہو جو تکفیر سے منع کرے تو مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ وہ اس ایک راہ کی طرف مائل ہو اور کفر کا فتوی نہ دے۔ مسلمان پر حسن ظن رکھتے ہوئے پھر اگر قائل کی نیت ایسی ہے جو تکفیر سے منع کرے تو وہ مسلمان ہے۔

سوال نمبر: قبروں کی زیارت اور نبی پاک علیہ السلام کے روزہ مبارک کی زیارت کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور کیا نبی پاک علیہ السلام کے روزہ مبارک کی زیارت کرنے اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے کے ارادہ سے سفر کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:

فقہاء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قبروں کی زیارت کرنا مردوں کیلئے مستحب ہے۔ نبی پاک

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
بے شک میں تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کرتا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں (مصنف عبدالرزاق، جلد 3)
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں قبروں کی زیارت کیلئے تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے،
السلام علیکم دار قوم مومنین و اتاکم ما توعدون غدا مؤجلون و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد
اے مومنین قوم کے گھر والے تم پر سلامتی ہو تمہارے پاس وہ چیز آئی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور ہم مؤخر کیے گئے۔ بے شک اللہ نے چاہا تو ہم ضرور تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ جنت البقیع والوں کی مغفرت فرما
عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنے میں جمہور فقہاء یہ ہے کہ عورتوں کا قبرستان جانا مکروہ ہے کیونکہ اس بارے میں حدیث پاک ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔
عورتیں دل کی نرم ہوتی ہیں رونا دھونا ان میں زیادہ پایا جاتا ہے اور مصیبتوں کو بہت کم برداشت کرتی ہیں اسی وجہ سے ان کو منع کیا گیا۔

اعتراض:

حدیث پاک میں ہے کہ
کجاوے نہ باندھے مگر تین
مسجدوں کے مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ
تم نبی پاک علیہ السلام کے روزہ مبارک کی زیارت
کیلئے کجاوے باندھتے ہو (سفر کرتے ہو) یہ تو حرام کام ہوا

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ آپ حدیث مبارکہ
کا مفہوم سمجھنے میں خطا کر رہے ہیں۔ آپ لوگ جو
روزہ مبارک کی طرف سفر کرنے کو جو گناہ قرار دیتے
ہیں یہ استدلال مردود ہے کیونکہ یہ باطل سوچ
پر مبنی ہے

یہ قول لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ
مساجد یہ اہل لسان کے نزدیک معروف اسلوب
پر ہے۔ استثناء کے اسلوب کے ساتھ یہ مستثنیٰ اور
مستثنیٰ منہ کے وجود کا تقاضا کرتا ہے۔ مستثنیٰ وہ ہے
جو الا کے بعد ہو اور جو الا سے پہلے ہو وہ مستثنیٰ منہ ہے
یہ یا تو مذکور ہوگا یا پھر مقدر یہ قاعدہ نحو کی کتابوں
میں موجود ہے۔

جب ہم حدیث مبارکہ میں غور کرتے ہیں تو دیکھتے
ہیں کہ اس میں کہ مستثنیٰ صراحت کے ساتھ موجود ہے
لیکن مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے

جب ہم نے دوسری روایات میں نظر کی تو
ہم نے مستثنیٰ منہ کو صراحت کے ساتھ پا لیا۔

امام احمد شہر بن حوشب کی سند سے روایت
کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے ابو سعید سے سنا اور [illegible]

سے دیا اس کا ذکر کیا طور میں نماز کا تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا۔ سواری کے جانور کیلئے مناسب نہیں ہے
تم کجاوے باندھو مسجد کی طرف اس میں نماز ادا کرنے
کیلئے سوائے مسجد حرام یا مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کی
طرف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کرام کی
مسجدوں میں سے آخری مسجد ہے۔ مسجدیں حق رکھتی
ہیں کہ ان کی زیارت کی جائے اور مسجد حرام کی طرف
کجاوے باندھے جائیں اور میری مسجد (مسجد نبوی) کی
طرف۔ میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مساجد
میں ایک نماز ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے
سوائے مسجد حرام کے۔

آقا کریم علیہ السلام کا فرمان مساجد کے بارے میں ہے
کہ یہ تین مسجدوں کے علاوہ بقیہ دوسری مساجد میں
نماز پڑھنا برابر فضیلت رکھتا ہے۔ بقیہ مساجد ایک
دوسرے پر کوئی فضیلت والی نہیں۔ مسجد حرام، اقصیٰ
اور مسجد نبوی کی تشریف اور بھی فضائل بیان ہوئے ہیں۔
اس حدیث میں قبروں کا کوئی دخل نہیں جو لوگ اس
حدیث میں قبروں کو داخل کرتے ہیں وہ ایک قسم کا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں

کثیر علماء کرام نے مناسک کی کتب میں زیارت
قبور کو مستحب لکھا ہے اور کثیر احادیث اس بارے

کی تائید کرتی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کیلئے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے

جو صرف میری زیارت کے ارادے سے میرے پاس آیا اُس کیلئے کوئی دوسری حاجت نہیں مجھ پر حق ہے کہ میں بروزِ قیامت اُس کیلئے شفیع ہوں گا۔

نبی کریم علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنے کی فضیلت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسے ہے جیسا کہ اُس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔

خلاصہ کلام:

قبروں کی زیارت کی احادیث کیلئے کثیر اسناد ہیں جو ایک دوسرے کو مضبوط کرتی ہیں جیسے حافظ ذھبی نے اسے فیض القدیر میں ذکر کیا۔ قاضی عیاض نے شفا میں، ملا علی قاری نے اپنی شارح میں، خفاجی نے نسیم الریاض میں۔ اس بارے میں اتنی بات ہی کافی ہے کہ اس کو ائمہ اربعہ اور ارکان دین علماء نے روضہ رسول پاک کی زیارت کو جائز کہا ہے۔

ان کے اصحاب نے فقہ کی تعلیم کتابوں کے اندر اسے لکھا ہے۔ اصولیین اور محدثین کا قاعدہ ہے کہ اگر ضعیف حدیث بھی ہو وہ علماء کرام کے عمل اور فتوی سے قوی ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر 12: مسلمان کا صوفی طریقے میں داخل ہونے کا کیا حکم ہے اور کس وجہ سے اس کے لئے طریقے ہیں؟ جب تصوف، زہد، ذکر اور اللہ عزوجل کی طرف اچھا راستہ اختیار کرتا ہے کس وجہ سے مسلمان کفایت نہیں رکھتا کہ وہ آداب کو پہچانے صرف کتاب اللہ اور سنت کے ذریعے

جواب:

صوفی طریقے متعدد مناہج اور مشارب رکھتے ہیں جو صوفی طریقہ کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق ہو وہ مقبول ہے اور جو اس کے علاوہ ہو وہ مردود ہے۔

تصوف کی اصل یہ ہے کہ انسان کو تربیت دینا تاکہ وہ احکام شرعیہ کو شکل صحیح کے ساتھ مطابقت دے اور وہ اپنے سے برے اخلاق کو دور کرے اور اچھے اخلاق اپنے اندر پیدا کرے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ علم پر عمل کرنا اور اپنی ذات سے برے اخلاق کو دور کرنا اور اپنے آپ کو اچھے اخلاق سے آراستہ کرنا ہے۔

کبار اہل تصوف یہ تاکید کرتے ہیں کہ کسی صوفی کا حال اور قول اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق نہ ہو۔

بعض نے ان قواعد سے انحراف کیا ہے اور اس میں غیر شرعی کام ایجاد کر دیئے جن کی اللہ عزوجل نے اجازت نہیں دی۔ یہ عیب ان لوگوں پر ہے جنہوں نے یہ کام ایجاد کیے۔ صحیح صوفیوں پر عیب نہیں کوئی بھی اسلامی جماعت ہو اُن میں کچھ نہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو گمراہ ہیں تو ان لوگوں کے گناہ کو نیک لوگوں پر نہیں ڈالا جاسکتا یہ جائز نہیں کہ گناہ گار کے گناہ کو نیک شخص پر محمول کیا جائے۔

دو گروہوں نے صوفیت پر ظلم کیا۔

1. وہ قوم جو اپنے آپ کو صوفیت کا نام دیتے ہیں اور اس میں غیر شرعی کام ایجاد کرتے ہیں۔
2. وہ لوگ جو صوفیت میں کچھ لوگوں کو گمراہ دیکھتے ہیں تو نیک اور بد دونوں کو اکٹھا کر دیتے ہیں اور سب کو مجرم اور قصوروار سمجھتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ

کوئی بوجھ اٹھانے والی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی

بے شک اس دور میں بھی ایک جماعت ایسی ہے جو صحیح اور درست راستے پر ہے۔ جس نے اس کو تلاش کیا اور پالیا تو اس نے بڑی کامیابی حاصل

کر لی۔ جس نے اسے پا لیا تو شریعت اسلامیہ کی تعلیمات واضح ہیں۔

امام الشیخ والاستاد:

شیخ یا استاد ایک محسن راستہ ہو دیکھتا ہے مرید یا طالب کیلئے جو ان کے حالات کے مطابق ہو۔ نبی کریم علیہ السلام بھی اسی طرح ہر شخص کے نفس کے مطابق نصیحت فرماتے تھے۔

حدیث پاک:

ایک شخص نبی کریم علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسی چیز کے بارے میں خبر دیجئے جو مجھے اللہ عزوجل کے غضب سے دور رکھے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تو غصہ نہ کر۔

دوسری حدیث پاک:

ایک شخص نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں آیا اور عرض کی کہ مجھے ایسی چیز کے بارے میں بتائیں جس میں قائم رکھوں تو ارشاد فرمایا: تو اپنی زبان کو ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رکھ۔

صحابہ کرام:

صحابہ کرام جن سے کبھی رات کو قیام کثرت سے کرتے تھے اور کبھی کثرت سے تلاوت قرآن پاک کرتے تھے اور کبھی کثرت سے جہاد کرتے تھے اور کبھی کثرت سے ذکر کرتے تھے اور کبھی کثرت سے صدقہ دیا کرتے تھے

ایک یہ مراد یہ نہیں کہ عبادت میں سے کسی شئے کو چھوڑ دیا جائے بلکہ ایک خاص عبادت کو کثرت سے اس وجہ سے کیا جاتا تھا تاکہ وہ اللہ عزوجل تک پہنچنے کا ذریعہ بن جائے اور اسی بنیاد پر جنت کے کئی دروازے ہیں

حدیث مبارکہ:

نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ہر عمل والے کیلئے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ ان کو اس عمل کے ذریعے پکارا جائے گا۔ روزے داروں کیلئے ایک دروازہ ہے ان کو اسی دروازہ کے ساتھ پکارا جائے گا اسی دروازے کو ریان کہا جاتا ہے

ایسے طریقے مختلف راستے اور اسلوب ہیں۔

جیسا کہ ہم دو اس قول کا رد کرتے ہیں جو یہ کہے ہم قرآن و حدیث سے آداب اور نفس کی طہارت نہیں سیکھتے۔ یہ کلام ظاہری طور پر اچھا ہے مگر اس کا باطن حق سے دور ہے۔ کیونکہ ہم نے نماز کے ارکان، سنتیں اور فرائض کو قرآن و سنت کے پڑھنے سے نہیں سیکھا بلکہ ایک علم سے سیکھا ہے جسے علم فقہ کہتے ہیں۔ فقہاء نے اسے لکھا اور ان احکام کو قرآن و سنت سے اخذ کیا۔

اسی طرح اور بہت سی اشیاء ایسی ہیں جن کو تم قرآن و سنت میں نہیں پاؤ گے۔ ضروری ہے کہ تم اپنے شیخ سے سیکھو اور ان کی صحبت میں رہو۔

صرف کتاب پر اکتفا کرنے سے اصلاح نہیں ہوتی جیسے علم تجوید۔ اسی طرح علم تصوف وہ علم ہے

جس کو علماء تصوف نے واضح کیا ہے۔ حضرت جنید بغدادی کے وقت سے اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

سوال نمبر 13: کیا بعض صالحین سے ان کی حیات میں کرامات واقع ہوئی ہیں؟ اور کیا یہ کرامات حیات دنیا سے حیات برزخیہ کی طرف منتقل ہونے کے بعد بھی جاری رہتی ہیں:

جواب:

جی ہاں! واجب ہے کہ ہم اعتقاد رکھتے کہ اولیاء کی کرامات حق ہیں جائز ہیں۔
کرامات ان کی حیات اور وفات کے بعد بھی واقع ہوتی ہیں اس کا منکر صرف وہ شخص ہو سکتا ہے جو بصارت سے اندھا ہو اور اس کا عقیدہ خراب ہو۔

دلیل: کرامات کا واقع ہونا قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ قرآن میں حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ حکایت کرتے ہوئے اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: جب بھی حضرت زکریا حضرت مریم کے پاس محراب میں داخل ہوتے تو ان کے پاس رزق پاتے اور کہتا اے مریم یہ تیرے لئے کہاں سے آئے تو حضرت مریم علیہا السلام کہتی یہ میرے رب کی طرف سے ہیں۔ بے شک اللہ عزوجل جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ (مریم ۳۷)

دوسرا فرمان:

اللہ عزوجل نے حضرت مریم کے حق میں ارشاد فرمایا:

تو (مریم) اپنی طرف کھجور کے تنے کو ہلا تو وہ تم پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا۔

پہلی آیت کی تفسیر میں اہل تفسیر فرماتے ہیں حضرت مریم کے پاس سردیوں کے پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کے پھل سردیوں میں پائے جاتے یہ اُن کی کرامت تھی کہ اللہ عزوجل نے اُنہیں کرامتوں سے نوازا تھا یہ پھل غیر مالوف طریقہ یعنی اچانک آتے تھے۔

اہل کہف کا واقعہ:

اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں اہل کہف کا قصہ بیان کیا ہے وہ تین سو نو سال سوئے رہے اس دوران انہوں نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اللہ عزوجل اُن کی کروٹوں کو دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں بدلتا رہا بغیر کسی سبب کے تاکہ اُن کے پہلوؤں میں درد نہ ہو۔ اللہ عزوجل نے اُنہیں سورج کی حرارت سے پہنچنے والی تکلیف سے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت خضر علیہ السلام کی کرامات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

کرامات صحابہ:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ میں قید تھے اور لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اُس وقت غیر موسمی پھل تناول فرماتے تھے حالانکہ مکہ میں اُس وقت کوئی پھل نہیں پایا جاتا تھا۔ اللہ عزوجل نے اُنہیں یہ رزق عطا فرمایا تھا اور یہ اُن کی کرامت تھی۔

دوسری کرامت:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے تو مشرکین نے ارادہ کیا کہ وہ ان کے جسم سے کوئی عضو کاٹ لے تو اللہ عزوجل نے شہد کی مکھیوں کے جھنڈ سے ان پر سایہ کیا اور انہیں کفار کے دیکھنے ہوئے لوگوں سے بچایا یہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی ان کی وفات کے بعد۔

تیسری کرامت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندھیری رات میں گفتگو فرما رہے تھے جب وہ واپس جانے لگے تو ان میں ایک کا عصا روشن ہو گیا وہ دونوں اسکی روشنی میں چلے جب ان کا راستہ جدا ہوا تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا عصا روشن ہو گیا اور وہ اپنے عصا کی روشنی میں چلتے ہوئے گھر وں کو واپس پہنچ گئے۔

کرامات اولیاء کرام:

اولیاء کی کرامات کثیر تعداد میں ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا ان میں کچھ آگ میں داخل ہوئے لیکن آگ نے ان پر اثر نہ کیا۔ ان میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے مردوں کو زندہ کیا۔ اور کچھ اہل خطوہ اور کچھ ہوا اور پانی میں چلنے والے ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کی اطاعت جن کرتے ہیں۔

استدراج اور کرامت

خلاف عادت کوئی چیز اگر کافر اور فاسق سے

ہاتھوں ظاہر ہو تو اُسے استدراج کہتے ہیں اور اگر
ولی کے ہاتھوں ظاہر ہو تو اُسے کرامت کہتے ہیں

سوال نمبر ۸۱: قبر کے پاس میت کیلئے قرآن مجید کی
تلاوت کا کیا حکم ہے اور کیا اس کا ثواب اُس
تک پہنچتا ہے؟

جواب:

حنفی، شافعی اور حنبلیوں میں سے اکثر
علماء فرماتے ہیں میت کیلئے قرآن پاک کی تلاوت
کرنا مستحب ہے۔

حدیث پاک:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت
ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
جو قبرستان میں داخل ہوا اور سورۃ یٰسین پڑھی
تو اس دن مُردوں سے عذاب میں تخفیف (کمی) ہو
جاتی ہے اور پڑھنے والے کو مُردوں کی تعداد کے برابر
نیکیاں ملتی ہیں۔

امام احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ معقل بن
یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام
نے ارشاد فرمایا: اِقْرَءُوْا عَلٰی مَوْتَاکُمْ سُوْرَۃَ یٰسٓ
ترجمہ: تم اپنے مُردوں پر سورۃ یٰسین کی تلاوت کرو

علماء فرماتے ہیں:

علماء کرام فرماتے ہیں یہ حدیث مطلق
ہے تلاوت کرنا قریب الموت اور وفات کے بعد

دونوں صورتوں کو شامل ہے

امام طبرانی اور بیہقی

امام طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم میں کوئی شخص فوت ہو جائے تو اسے نہ روکو اور اس کو قبر کی طرف پہنچانے میں جلدی کرو اور اس کو قبر میں داخل کرنے کے بعد اس کے سرہانے سورۃ فاتحہ اور پاؤں کی طرف کھڑے ہو کر سورۃ البقرہ کی آخری آیات کی تلاوت کرو۔

علماء فرماتے ہیں:

علماء کرام فرماتے ہیں سلف (بزرگوں) کی ایک جماعت نے یہ وصیت کی ہے کہ جب وہ فوت ہو جائیں تو ان کی قبروں کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی وصیت:

آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر کے پاس سورۃ البقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کی تلاوت کی جائے۔

انصار کا موقف:

جب انصار میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا تو وہ یکے بعد دیگرے اس کی قبر کے پاس آکر قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔

علماء کرام نے ذکر کیا ہے کہ انسان کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے اعمال کا ثواب دوسروں کو ہدیہ کرے۔ چاہے وہ نماز یا قرآن

کی تلاوت کا ثواب پہنچ۔

حدیث پاک:

امام الدار قطنی نے حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ
ایک شخص آیا اور اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میرے لئے میرے والدین تھے میں
اُنکی زندگی میں اُن کے ساتھ بھلائی کرتا تھا اب میں
اُن کی وفات کے بعد اُن کے ساتھ کیسے بھلائی کروں
نبی پاک علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بے شک
بھلائی کے بعد بھلائی میں سے ہے کہ تو اُن دونوں
کیلئے نماز پڑھ اپنی نماز کے ساتھ اور اُن کیلئے روزے
رکھ اپنے روزوں کے ساتھ۔

اجماع:

وہ حدیث جو قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب اور
جائز قرار دیتی ہیں بہت زیادہ قوی ہیں حتیٰ کہ بعض
علماء فرماتے ہیں یہ اجماع کا مسئلہ ہے اور اسے وضاحت
کے ساتھ بیان کیا اُن میں سے جنہوں نے [illegible] اجماع کو
ذکر کیا۔ امام ابن قدامہ المقدسی الحنبلی فرماتے ہیں کوئی
بھی نیکی جو بندہ کرے اُسکا ثواب مسلمان میت کو
پہنچائے تو وہ نیکی اُسکو نفع دے گی ان شاء اللہ
مزید لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے کہا جب میت کے
پاس قرآن مجید کی تلاوت کی جائے یا اُسکا ثواب اُس
تک پہنچایا جائے تو پڑھنے والے کیلئے ثواب ہے اور میت
گویا کہ وہاں حاضر ہے اس کیلئے رحمت کی امید کی جاتی ہے
اِسکا ہر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ بے شک وہ ہر زمانے میں

اور ملک میں جمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے اس کا ثواب بغیر کسی انکار اپنے مُردوں کو پہنچاتے رہتے ہیں

شیخ عثمان محمد دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (دمشقی)

انہوں نے بھی اجماع کو نقل کیا ہے کہ استغفار، دعا، صدقہ، حج، عتق یہ سب میت کو نفع دیتے ہیں اور ان کا ثواب میت تک پہنچتا ہے۔ قبر کے پاس تلاوت قرآن پاک کرنا مستحب ہے علماء نے میت کیلئے تلاوت قرآن پاک کا ثواب بھیجنے کو افضل کہا ہے اور اسی سے میت کی طرف سے حج کے جواز اور اسکی طرف ثواب بھیجنے کو اخذ کیا ہے کیونکہ حج نماز پر مشتمل ہے اور نماز میں فاتحہ وغیرہ کی تلاوت کی جاتی ہے جس کا کل پہنچ گیا اس کا بعض بھی پہنچ جائے گا۔ تلاوت کا ثواب میت تک پہنچتا ہے اللہ عزوجل کی اجازت سے۔

خلاصہ کلام:

شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے کہ لوگ جمع ہو کر تلاوت قرآن کریں اور ختم پاک کریں اور اس کا ثواب یا کسی اور نیک کام کا ثواب اپنی میت کو پہنچائیں برابر ہے کہ وہ ان کی وفات حالت میں ہو یا اس کے بعد گھر میں ہو یا مسجد میں قبر کے پاس ہو یا اس کے علاوہ۔ علماء کی ایک جماعت نے اس مسئلہ کو تالیف کیا ہے ان میں سے امام خلال حنبلی ہیں جن کی وفات تین سو گیارہ ہجری کی ہے حافظ

کہ شمس الدین مقدسی حنبلی اور سید عبداللہ غماری ہیں یہاں تک کہ بعض علماء نے بغیر کسی انکار کے اس کے جائز ہونے پر اجماع کو نقل کیا ہے۔

سوال نمبر ۱۲:

اکثر متشددین بہت سے معاملات کے ناجائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں جن کو مسلمان قائم کرتے ہیں اس حجت پر کہ ان کاموں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے نہیں کیا۔ کیا نبی کریم علیہ السلام اور صحابہ کرام کا کسی کام کو ترک کرنا اس فعل کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتا ہے؟

جواب:

رئیس المتکلمین علامہ مولانا نقی علی خان اپنی کتاب اذاقۃ الآثام میں میلاد سے منع کرنے والوں کیلئے فرماتے ہیں:

محض کسی کام کو ترک کرنا اور اس کا واقع ہونا یہ کراہت پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ ترک کرنا کبھی کبھار دوسری جہت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

امام احمد رضا خان:

آپ علیہ الرحمۃ اپنے والد صاحب کے فرمان کے حاشیے میں فرماتے ہیں۔ ترک (چھوڑنا) کے معنی رکنے اور بچنے کے نہیں۔ ترک مکلفین کے افعال میں سے شاید نہ ہو یا وہ بشریت کی قدرت کے تحت نہ ہو تو ایسی چیز کا اتباع میں تصور کیسے کیا جا سکتا ہے۔

امام سرخسی:

آپ فرماتے ہیں فعل کی دو قسمیں ہیں
1. اخذ کرنا (لینا) 2. ترک (چھوڑنا) جس کی دو قسمیں
ہیں ایک قسم ان کے افعال سے ہے اور وہ ترک
ہے یہ ہم پر اتباع کو ثابت نہیں کرتا مگر کسی دلیل کے
ساتھ اور دوسری قسم بھی اسی طرح ہے۔
آپ اپنی کتاب المغنی میں فرماتے ہیں نبی پاک
علیہ السلام کا کسی فعل کو ترک کرنا کراہت پر دلالت
نہیں کرتا۔ جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام مباح کام کو ترک
کر دیتے تھے

امام ابن دقیق العید:

آپ علیہ الرحمۃ احکام میں فرماتے ہیں
ترک کسی کام کے رد کرنے پر دلیل نہیں ہے۔

التَّرْكُ لَيْسَ بِحُجَّةٍ

یعنی ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کا کسی
کام کو ترک کرنا اس کے عدم جواز پر دلالت نہیں کرتا
جب تک اس کو صراحتاً منع نہ فرمایا ہو
اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں الترک لیس بحجۃ
ترک کرنا کوئی حجت نہیں ہے۔
یہ وہ صحیح فہم ہے جو صحابہ کرام نے نبی کریم علیہ السلام
سے سمجھا اور یہ علماء کے نزدیک ثابت شدہ ہے۔
نبی کریم علیہ السلام کا فعل بعض العموم
افراد کیلئے ہے وہ شمولی ہو یا بدلی یہ عموم کو
خاص نہیں کرتا اور مطلق کو مقید نہیں کرتا۔

حضرت سیدنا ابو سعید خدری کا فاتحہ کو تعویذ بنانا

یہ وہ روشن عمل ہے جس نے حضرت ابو سعید خدری (علیہ الرحمۃ) رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ابھارا کہ وہ نبی کریم علیہ السلام کی اجازت کے بغیر قرآن کی فاتحہ کو تعویذ بنا لیں اور اس کو مریضوں پر پڑھیں۔ جب نبی پاک علیہ السلام اس بات کی خبر پہنچائی گئی تو آپ علیہ السلام نے نہ اس کا انکار کیا اور نہ ہی اس کو بدعت کی قبیل سے بنایا بلکہ اس کو اچھا اور درست فرمایا اور فرمایا تم کیسے جانتے ہو کہ (فاتحہ) تعویذ ہے اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا تحقیق تم نے درست کیا۔

نبی کریم علیہ السلام کا منبر پر خطبہ کو ترک کرنا

یہ بات ثابت ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے منبر پر خطبہ کو ترک کیا اور کھجور کے تنے پر خطبہ ارشاد فرمایا صحابہ کرام نے منبر پر خطبہ کو بدعت اور حرام نہ سمجھا بلکہ آپ علیہ السلام کیلئے منبر کو بنوایا۔ اگر وہ اس کو بدعت اور حرام گمان کرتے تو کبھی بھی حرام فعل کا اقدام نہ کرتے۔

حدیث مبارکہ

حضرت رفاعہ بن رافع الزرقی سے حدیث روایت ہے کہ ایک دن ہم نبی پاک علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو جب نبی کریم علیہ السلام نے رکوع سے سر اٹھایا تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہا تو ایک شخص نے پیچھے سے کہا۔

رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کلام

کرنے والا کون ہے تو اُس نے عرض کی میں ہوں تو
ارشاد فرمایا،
میں نے دیکھا کہ 30 فرشتے جلدی کر رہے تھے کہ اس کے بارے میں سب سے پہلے اِسے لکھے.

نبی کریم علیہ السلام نے ربنا ولک الحمد آخر تک ترک کیا تو صحابہ کرام نے اُس سے یہ نہ سمجھا کہ نماز میں دُعا کو ترک کرنا یہ منع ہو لازم کرتا ہے اور نبی کریم علیہ السلام نے اِس پر اعتاب (ناراضگی) کا اظہار نہ فرمایا اور نہ ہی یہ فرمایا کہ تو نے اچھا کیا ہے مگر آئندہ نہ کرنا اور نہ ہی اِس سے منع فرمایا (نماز میں دوسری دُعاؤں کو پڑھا کر سکتے).

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کو ترک کیا ہے تو اِس ترک سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اِس کو ناجائز نہیں سمجھا کہ بلکہ اِس کو قائم کیا اور نبی کریم علیہ السلام کو خبر [illegible] نہ دی حتیٰ جب آقا کریم علیہ السلام جب سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے بلال اسلام میں تو ایسا کونسا عمل کرتا ہے جسکی وجہ سے میں نے تیرے قدموں کی آہٹ کی آواز کو جنت میں سنا تو عرض کی میں ایسا کوئی عمل نہیں کرتا ہوں جسکی مجھے امید ہو۔ میں جب بھی وضو کرتا ہوں رات ہو یا دن تو وضو کے بعد نماز پڑھ لیتا ہوں جو میرے لئے لکھی گئی ہے کہ میں اِسے پڑھوں.

ہم جانتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے اس ارشاد کے بعد وضو کے بعد نماز سنت ہو گئی لیکن ہم نے جان لیا کہ نبی کریم علیہ السلام اور صحابہ کرام کا کسی کام کو ترک کرنا یہ کسی شے کا فائدہ نہیں دیتا نہ حرام کا اور نہ ہی کراہت کا۔ یہ وہ ہے جس کو صحابہ کرام نے آپ علیہ السلام کی حیات میں سمجھا اور آقا کریم علیہ السلام نے اُن کا انکار نہ کیا۔ جو انہوں نے سمجھا۔ اس کے بعد علماء کرام نے اسے سمجھا۔

مسئلہ نمبر ۱۶: صحابہ کرام کے جھگڑوں اور حضرت سیدنا امیر معاویہ کی شان میں ہر مسلمان پر کونسا عقیدہ رکھنا واجب ہے!

جواب:

آپ فرماتے ہیں کہ ہم اہلسنت و جماعت ہیں ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حق پر سمجھتے ہیں ان جھگڑوں میں اور ہم یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حضرت امیر معاویہ سے افضل اور اعلیٰ درجات والے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہوا ہم اُن کے بارے میں غلط (برا) گمان نہیں کرتے اور اُن کے حق میں اپنی زبان کو بند رکھتے ہیں اور ہم اُن کو ان مراتب پر اتارتے ہیں جو اُن کیلئے پیشگی صحبت سے ثابت ہیں اور فقط ہم اپنی خواہش کے سبب بعض کو بعض پر فضیلت نہیں دیتے اور ہم صحابہ کرام کے جھگڑوں کے اندر دخل اندازی نہیں کرتے کیونکہ یہ ہمارے نزدیک حرام ہے اور

ہم صحابہ کرام میں سے کسی ایک پر بھی طعنہ زنی کو جائز نہیں قرار دیتے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر؟ (heading partly unclear)

خلاصہ یاد رکھیے:

یہ بات یاد رکھیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو اختلاف ہوا وہ خلافت میں جھگڑے پر نہیں تھا اور نہ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور مقام کا انکار کرتے تھے بلکہ یہ اختلاف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص کے مقدم یا موخر ہونے کی وجہ سے تھا۔

ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں:

آپ اپنی کتاب الصواعق المحرقہ میں فرماتے ہیں اہلسنت وجماعت کے عقائد میں سے ہے کہ جو حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے جنگیں ہوئیں وہ خلافت کی وجہ سے نہیں تھیں بلکہ خلافت پر تو اجماع صحابہ تھا کہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق ہے۔ ان فتنوں کا سبب یہ پیش آیا کہ:

حضرت امیر معاویہ نے اور آن کے ساتھیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ قاتلین عثمان کو ان کے سپرد کیا جائے کیونکہ حضرت معاویہ ان کے چچا کے بیٹے تھے چونکہ قاتلین عثمان کی تعداد زیادہ تھی اور وہ مختلف قبیلوں میں خلط ملط ہو گئے تھے اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ

ہوئے قاتلین عثمان کو اُن کے سپرد کرنے سے منع فرما دیا کہ یہ خلافت کے معاملے میں اضطراب آپ کی طرف لے جائے گا پہلے خلافت کے معاملات کو اچھی طرح سے سنبھال لیا جائے پھر ایک ایک کر کے قاتلین عثمان کو اُن کے حوالے کر دیا جائے۔

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

آپ ذکر کرتے ہیں کہ یحییٰ بن سلیمان جعفی جو بخاری کے شیوخ میں سے ہیں وہ کتاب صفین میں اپنی تالیف میں ذکر کرتے ہیں ابو مسلم خولانی نے امیر معاویہ سے کہا کیا تو حضرت علی سے خلافت کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے یا کیا تو اس کے برابر ہے آپ نے فرمایا نہیں میں جانتا ہوں کہ حضرت علی مجھ سے افضل ہیں۔ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عثمان غنی کو مظلوماً قتل کیا گیا اور میں اُن کا کزن اور ولی ہوں میں اُن کے قصاص کا مطالبہ کرتا ہوں۔ پس تم حضرت علی کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ وہ حضرت عثمان غنی کے قاتلین کو ہمارے حوالے کر دے۔ پس ابو مسلم خولانی آئے اور انہوں نے حضرت علی سے کلام کیا حضرت علی نے فرمایا وہ بیعت لے میری کرتا ہے اور فیصلہ اپنا کرتا ہے تو حضرت علی نے منع فرما دیا۔ یہ دونوں لشکر صفین میں جمع ہوئے اور دونوں کے مابین جنگ ہوئی۔ صحابہ کرام کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اجتہاد کی بنا پر ہوئیں ہم پر واجب ہے کہ ہم اُن جھگڑوں کے بارے اپنی زبان کو بند رکھیں اور اپنے دلوں میں اُن کے لئے محبت رکھیں اور صحابہ میں سے کسی کی تنقیص نہ کریں نا حق کے لئے

فضیلت کی معرفت کے ساتھ اُن کا یقین کرتے ہوئے کہ وہ معصوم نہیں تھے لیکن اُن کے درمیان جو خطا تھی وہ اجتہاد کی بنا پر تھی اللہ عزوجل نے چاہا تو وہ امر درگزشتنی ہو گئی ہے۔

ابن ابو زید قیروانی فرماتے ہیں۔

صحابہ میں سے ہر ایک کا ذکر اچھے الفاظ کے ساتھ کرنا چاہیئے اور ہمیں اپنی زبان کو اُن کے جھگڑوں کے بارے میں دخل اندازی سے روکنا چاہیئے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اُن کے بارے میں احسن مذہب رکھے۔

امام نووی فرماتے ہیں۔

امام نووی فرماتے ہیں جو صحابہ کرام کی جنگوں میں مسلمان شہید ہوئے وہ اس زمرہ میں شامل نہیں ہیں یعنی آقا کریم علیہ السلام کا فرمان ہے جب مسلمان آپس میں تلواروں کے ساتھ لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔ اور اُن کے شجرات کے بارے میں اپنی زبان کو بند رکھا جائے اُن کے بارے میں اچھی تاویل کی جائے وہ مجتہد تھے انہوں نے گناہ اور حصول دنیا کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اُن میں ہر ایک اگر وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔
اُن میں بعض درستگی پر تھے اور بعض خطاء اجتہادی پر تھے۔ اور خطاء اجتہادی پر گناہ نہیں ہوتا بلکہ ثواب ملتا ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں صحابہ میں کسی کی طرف خطاء

قطعی کو منسوب کرنا جائز نہیں انہوں نے جو کام کیا وہ اس میں
مجتہد تھے اور اس میں اللہ عزوجل کی رضا ان کو طلب کیا وہ
سب ہمارے ائمہ کرام ہیں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اُن
کے درمیان جو تنازع ہوئے اُس بارے میں اپنی زبانوں
کو بند رکھیں ان کا ذکر صرف اور صرف اچھے الفاظ میں کریں۔
کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور
نبی کریم علیہ السلام نے اُن کو گالی دینے سے منع فرمایا۔
اللہ عزوجل نے ان سب کو بخشش دیا ہے اور اُن سے راضی
ہونے کے بارے میں خبر دی ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں:

آپ اپنی سنن میں شعبی سے روایت
کرتے ہیں جب حسن بن علی نے امیر معاویہ سے
صلح کی اور ہشیم کہتے ہیں کہ جب حسن بن علی نے حکومت
امیر معاویہ کو سپرد کی تو معاویہ نے کہا کہ آپ کھڑے
ہوں اور کلام فرمائیں تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما
کھڑے ہوئے اور اللہ عزوجل کی حمد و ثناء بیان کی
اور اس کے بعد فرمایا فرزانوں میں بڑا فرزانہ تقویٰ ہے
اور عاجزوں میں سے بڑا عاجز فجور ہے اور حکومت جس میں
اختلاف تھا جس حکومت میں امیر معاویہ کو زیادہ
حق دار سمجھتا ہوں یا اگر میں زیادہ حق دار ہوں تب بھی میں
اُسے امیر معاویہ کیلئے چھوڑتا ہوں مسلمانوں کے خون
کو بچانے اور مسلمانوں کی اصلاح کے ارادے سے پھر
یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:
وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین

بھی استغفار کیا اور عشر سے پیچھے تشریف لائے۔

حدیث مبارکہ:

امام حسن کے بارے میں بخاری شریف کی حدیث پاک ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بے شک میرا یہ بیٹا سید ہے کہ اللہ عزوجل شاید اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کو درمیان صلح کرائے گا۔

سوال نمبر 17: کیا ہمارے نبی کریم علیہ السلام کو اللہ پاک عطا سے علم غیب رکھتے ہیں اور اس کے کیا دلائل ہیں؟

جواب:

کائنات میں اگر کوئی بھی ذرہ برابر کسی شے کا مالک ہے تو وہ اللہ پاک کے مالک بنانے اور اس کے عطا کرنے سے ہے برابر ہے کہ وہ چیز علم یا مال یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہو یہ ایک اسلامی عقیدہ ہے اور اس میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں۔ مجازی ملکیت بندے کے حق میں اور حقیقی ملکیت اللہ وحدہ لا شریک کیلئے ہے۔

ملکیت سے قرآن سے ثبوت:

ملک مجازی ہو یا حقیقی قرآن مجید سے ثابت ہے حقیقی ملکیت اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ملک یوم الدین

مجازی ملکیت: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عرض کرنا۔
قال رب انی لا املک الا نفسی واخی

حقیقی اور مجازی ملکیت:

قل اللھم ملک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء (آل عمران)

واللہ یؤتی ملکہ من یشاء (البقرہ)

ہم یقین رکھتے ہیں کہ حقیقی ملکیت اللہ پاک کے عطا کرنے سے ہے اور مجازی ملکیت اللہ پاک کے عطا کرنے سے ہے اور ہم اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جو کتاب کے بعض حصے پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا کفر (انکار) کرتے ہیں بلکہ مومن مکمل کتاب پر ایمان رکھتا ہے۔

امام احمد رضا خان فرماتے ہیں:

تو جان لے کہ جیسے دل کی ملکیت اور حکم کا ظاہر یقیناً مکمل کتاب پر ایمان رکھتا ہے اور جو لوگ گمراہ ہوئے وہ ان میں سے ہیں جو بعض کتاب پر تو ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔

جیسا قدریہ:

یہ اللہ عزوجل کے اس فرمان پر تو ایمان رکھتے ہیں

وما ظلمنٰھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون

اور اس کا انکار کرتے ہیں۔

واللہ خلقکم وما تعملون۔

جبریہ

اس آیت پر تو ایمان رکھتے ہیں۔

وما تشاؤون الا ان یشاء اللہ رب العلمین۔

اور اس کا انکار کرتے ہیں

ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون

خوارج

اس آیت پر ایمان لائے

وان الفجار لفی جحیم ۝ یصلونھا یوم الدین ۝

اس آیت کا انکار کرتے ہیں

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہٖ ویغفر ما دون

ذلک لمن یشاء

جبۃ الضلال:

اس آیت پر ایمان لائے

لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب

جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ۝

اس آیت کا انکار کرتے ہیں

من یعمل سوءا یجز بہٖ

قرآن عظیم:

لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا

اللہ سورۃ النمل ۶۵

ترجمہ: آسمانوں اور زمینوں میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ پاک کے، اور وہی یہ بھی ھم جانا کر وہ کسی کو غیب پر مطلع نہیں کرتا سوائے جس رسول کو پسند کرتا۔

دوسری آیت:

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب

179 ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء سورۃ آل عمران

ترجمہ: اللہ عزوجل تمہیں غیب پر مطلع کرنے والا نہیں بلکہ اللہ عزوجل اپنے رسولوں سے جسے چاہے چن لیتا ہے

تیسری آیت:

وما ھو علی الغیب بضنین ۝ سورۃ التکویر (۲۴)

ترجمہ: اور وہ غیب پر بخیل نہیں۔

چوتھی آیت:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ سورۃ النساء 113

ترجمہ: اللہ نے تمہیں وہ علم دیا جو تم نہیں جانتے تھے اور
اللہ کا تم پر بہت بڑا فضل ہے۔

پانچویں آیت:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ اِلَيْكَ
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُونَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ
مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُونَ۔ آل عمران 44

ترجمہ:
یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تم پر وحی کرتے ہیں
(اور اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں) اور تم ان کے
ساتھ تھے جب وہ اپنی قلمیں پھینک رہے تھے کہ کون مریم
کی کفالت کرے گا تم ان کے ساتھ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے

چھٹی آیت:

تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا اِلَيْكَ

(ہود: 49)

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تم پر وحی کرتے ہیں
اور اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں۔

اللہ عزوجل نے ایک طرف قطعی انداز میں نفی
فرمائی بعد دوسری طرف قطعی انداز میں ثابت بھی فرمایا۔
دونوں صحیح ہیں دونوں پر ہمارا ایمان ہے۔ جو کسی
ایک کا انکار کرے اس نے قرآن کا انکار کیا جو صرف

نفی کا انکار کرے ایسی صورت میں قرآن کی آیات کی نفی کا انکار کیا اور مومن
ان دونوں پر ایمان رکھتا ہے اور ان کے درمیان
کوئی مخالفت نہیں کرتا یہ دونوں مختلف مواقع و موارد
ہیں ایسی لئے ضروری ہے کہ ان کے مواقع و موارد کو
پہچانا جائے۔
تحقیق و جانچ کے بعد کئی صفات کی امام احمد رضا
خان فرماتے ہیں لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ وہ علم جس کی اللہ
عزوجل کی خاص نسبت درست ہے وہ صرف
دو قسموں کا علم ہے۔
علم ذاتی: یعنی ایسا علم جو اللہ عزوجل کی اپنی ذات
کا خاصہ ہے اور ایسا مطلق تفصیلی علم جو تمام ایسی
معلومات کو حقیقی طور پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔
لہٰذا یہی دونوں قسمیں ان آیات میں مراد ہیں جن میں
علم کی نفی کی گئی ہے اور وہ علم جس کا بندوں کے لئے
اثبات درست ہے وہ عطائی علم ہے کہ جاتا ہے وہ
مطلق اجمالی علم اور مطلق تفصیلی علم ہو یعنی ایسا
عطائی علم ہے کہ جاتی ہے اللہ عزوجل نے اپنے بندوں
کی ایسی علم سے تعریف کی ہے
اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:
وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝ (الذاریات: ۲۸)
ترجمہ: اور ہم نے اسے ایک جاننے والے لڑکے کی خوشخبری دی۔
وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ (یوسف ۶۸)
ترجمہ: بے شک وہ علم رکھنے والا ہے کیونکہ ہم نے اسے
سکھایا۔

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ○ (الکھف ۶۵)

ترجمہ: اور ہم نے اُسے اپنے پاس سے علم عطا فرمایا

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ○ (النساء 113)

ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں وہ علم دیا جو تم نہیں جانتے تھے۔

خلاصہ بحث

خلاصہ یہ ہے کہ بے شک اللہ عزوجل نے اپنے نبیوں کو غیب پر مطلع فرمایا جو چاہا جب چاہا جتنی مقدار میں چاہا لہٰذا ہمارے رسول علیہ السلام علم غیب رکھتے ہیں جتنا رب کریم نے عطا کیا ہے۔

احادیث مبارکہ

طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ہمیں مخلوق کی ابتدا سے خبر دی ارشاد فرمائیں یہاں تک کہ اہل جنت جنت میں اور جہنمی اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے۔

حدیث نمبر:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنیا و آخرت کے معاملات جو ہونے ہیں مجھ پر پیش کئے گئے ہیں

تیسری حدیث:

صحابہ کرام فرماتے ہیں آپ علیہ السلام نے ہمیں خبر دی جو ہو چکا ہے اور جو ہوگا لیکن ہم میں سے جو حافظ تھے انہوں نے یاد کر لیا۔

چوتھی حدیث:

آقا کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھا۔

حدیث نمبر ۵:

آقا کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہر چیز کو میرے لئے روشن کر دیا گیا اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔

امام ترمذی:

امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو امام بخاری نے فرمایا یہ صحیح حدیث ہے۔

امام قسطلانی:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے میرے لئے زمین کو اٹھا دیا ہے تو میں اس کو اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہوگا اس کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

علاوالدین علی المتقی

آپ حدیث مبارکہ نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے میرے لئے زمین کو اٹھا دیا ہے میں اسے اور قیامت تک جو کچھ اس میں ہونا ہے اسے ایسے دیکھتا ہوں جیسا کہ میں اپنی ہتھیلی کو۔ یہ کشف ہے جو اللہ پاک نے اپنے نبی علیہ السلام کو دیا۔ جس طرح مجھ سے پہلے انبیاء کرام کو دیا۔

حدیث پاک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں میں تمہیں

پیچھے سے ایسے دیکھتا ہوں جیسے میں تمہیں آگے سے دیکھتا ہوں۔

حدیث پاک

نبی پاک علیہ السلام نے غزوہ بدر کے موقع پر جنگ سے پہلے فرما دیا تھا کہ یہ فلاں کافر کے قتل ہونے کی جگہ ہے اور یہ فلاں کی اور اپنے ہاتھ کے ذریعے زمین کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں جس جگہ نبی پاک علیہ السلام نے اپنے دست اقدس کے ذریعے اشارہ کیا تھا ہر کافر اپنے نشان پر قتل ہوا۔ نشان کے علاوہ کسی جگہ قتل نہ ہوا۔

اقوال الائمۃ

علامہ محمود آلوسی

آپ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آقا کریم علیہ السلام کی روح کو اس وقت تک قبض نہیں فرمائی جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا نہ فرمایا۔

جلال الدین سیوطی:

آپ فرماتے ہیں کہ بعض نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو خمس کا علم اور قیامت کا علم اور روح کا علم عطا فرمایا گیا لیکن چھپانے کا حکم ہوا۔

احمد بن شہاب الدین خفاجی

آپ فرماتے ہیں بندوں کو غیب پر مطلع کرنا یہ اللہ پاک کے عجیبوں میں سے ایک عجیب ہے۔ یہ اللہ عزوجل کے نور کی دلیل ہے (مومن کی فراست (نگاہ) سے ڈرو بے شک وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے)

امام ابن حجر عسقلانی

آپ فرماتے ہیں کہ آقا کریم علیہ السلام کی صفت ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونا ہے حضور علیہ السلام جانتے ہیں یہاں تک کہ لوح محفوظ میں لکھی تقدیر کو بھی جانتے ہیں۔

امام غزالی

نے نقل اللہ عزوجل نے رسول علیہ السلام کی صفت ہے کہ آپ کو غیب پر مطلع کیا گیا وہ بیداری کے معمولات کو جانتے ہوتے ہیں اور نیند کے معمولات کو بھی جانتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوح محفوظ پر مطلع کیا گیا۔

امام قاضی عیاض:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا گیا جو ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے اور اس بات میں کثیر احادیث ہیں جو دریا کی طرح ہیں اور کوئی بھی اس کی گہرائی کو نہیں پا سکتا۔

سوال نمبر ۹: کیا نبی پاک علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے اختیارات عطا فرمائے ہیں؟

جواب:

تمام جہان میں اللہ پاک کے اذن (اجازت) کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں یہاں تک کہ ایک انسان اللہ عزوجل کے اذن کے بغیر مچھر یا مکھی تک نہیں بنا سکتا مگر جب اللہ پاک کا اذن آجائے تو مچھر یا مکھی بھی انسان کو قتل کر دیتی ہے جیسا کہ نمرود کی موت کے قصہ میں کہا گیا ہے

اور ہم دیکھتے ہیں کہ کثیر الشیمان ملکھی یا مچھر کے سبب مر جاتے ہیں کیونکہ ان کے جراثیم انسانی جسم میں منتقل ہو جاتے ہیں اسی طرح کوئی بھی شخص اللہ عزوجل کے اذن کے بغیر مردے زندہ نہیں کر سکتا لیکن اللہ عزوجل کے اذن سے یہ ممکن ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے اذن سے مردے زندہ فرمایا کرتے تھے قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ

کسی کو بیٹا عطا کرنا:

اللہ عزوجل کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کو بیٹا نہیں دے سکتا مگر اللہ عزوجل کی مشیت ہو اور اذن ہو تو یہ کام ہو سکتا ہے قرآن مجید میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا قول ہے: قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا (۱۹ مریم ۱)

ترجمہ: کہا بے شک میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے ایک ستھرا لڑکا عطا کروں۔

اہم بحث:

اللہ عزوجل نے لوگوں کی صفات کے اعتبار سے دو قسمیں بنائی ہیں اُن میں سے بعض بعض سے افضل ہیں اور اُن کے اندر جو کمال ہیں وہ اللہ عزوجل کی عطا سے ہیں کسی کو جو بھی کمال حاصل ہے وہ اُس کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ پاک کے عطا کرنے سے ہے جب ہم کسی کے کمال کا اعتراف کرتے ہیں تو ہم اللہ عزوجل کی نعمت کا اعتراف کرتے ہیں بے شک اللہ پاک نے اپنے نبی آخر الزماں کو ایسی صفات عطا فرمائی ہیں جو عالم میں کسی کو عطا نہیں فرمائیں۔ آپ علیہ السلام

کے فضائل و کمالات اتنے ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

اور ان کی حقیقت اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔

بس مختصر یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے بہت سے معاملات میں

اپنے محبوب علیہ السلام کو اختیار عطا فرمایا ہے

قرآن مجید سے اختیارات مصطفیٰ کا ثبوت

نبی پاک علیہ السلام اللہ عزوجل کے اذن سے جسے چاہیں

غنی کر دیتے ہیں قرآن مجید میں ہے

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (التوبہ)

ترجمہ: نبی پاک علیہ السلام جس کو چاہیں منع فرماتے ہیں

اور جس کا چاہیں حکم دیتے ہیں اللہ عزوجل کے اذن سے

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(i) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

(ii) سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ

نبی کریم علیہ السلام کا اشیاء کو حلال یا حرام کرنا

نبی کریم علیہ السلام اللہ پاک کے اذن سے چیزوں کو

حرام اور حلال فرماتے ہیں اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (اعراف ۱۵۷)

احادیث سے اختیار مصطفیٰ کا ثبوت:

پہلی حدیث: سن لو بے شک جس چیز کو رسول اللہ

نے حرام ٹھہرایا تو وہ اسی کی مثل ہے جسے اللہ پاک

نے حرام ٹھہرایا۔ ترمذی، ابن ماجہ

حدیث نمبر ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو

حرمت والا بنایا تھا میں مدینہ کو حرمت والا بناتا ہوں۔

نبی کریم علیہ السلام نے ایک شخص سے تین نمازوں کو ساقط کر دیا

مسند امام احمد میں ہے کہ ایک شخص نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ میں اس شرط پر ایمان لاؤں گا کہ میں دو نمازیں پڑھوں گا تو آپ علیہ السلام نے اسکی یہ شرط قبول فرمالی

نبی کریم علیہ السلام جسے چاہیں جنت عطا فرماتے ہیں۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گزارتا تھا میں نبی پاک علیہ السلام کے لئے وضو اور حاجت کا پانی لاتا تھا۔ نبی کریم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا سوال کر تو میں نے عرض کی کہ میں جنت میں آپکی رفاقت (قربت) کا سوال کرتا ہوں فرمایا اس کے علاوہ کچھ میں نے عرض کی کافی ہے تو ارشاد فرمایا تو کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کر۔ مسلم، ابوداود

ایک شخص کی گواہی دو کے برابر

نبی کریم علیہ السلام کے خصائص اور اختیارات میں سے ہے۔ احکام میں سے جو چاہے کسی کے ساتھ خاص فرما دیتے ہیں آپ علیہ السلام نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دیا۔

عمارۃ بن خزیمہ بن ثابت اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے سواء بن حارث سے گھوڑا خریدا۔ اس نے اس بات کا انکار کیا تو خزیمہ بن ثابت نے گواہی دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تجھے کس چیز نے گواہی پر ابھارا حالانکہ تو اس وقت میرے ساتھ نہ تھا عرض کی آپ نے سچ فرمایا کیونکہ آپ سچ

کہ میں سالکوں آئے ہیں اور میں جانتا ہوں آپ کسوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کیلئے یا جس پر خزیمہ گواہی دے تو اسے یہی کافی ہے۔

نوحہ میں تخصیص:

حضرت حفصہ اُمِ عطیہ سے روایت کرتی ہیں فرماتی ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی

یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا — وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ

نوحہ بھی اس میں سے ہے

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر فلاں آل کے انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میری مدد کی تھی تو مجھ پر ضروری ہے کہ میں اُن کی مدد کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مگر فلاں آل کے۔

اسماء بنت عمیس روایت کرتی ہیں جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آقا کریم علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

تم تین دن سوگ کرو پھر تم جو چاہو کرو۔

ہمارے نبی علیہ السلام کو اللہ عزوجل کی عطا سے اختیارات حاصل ہیں۔

مسئلہ نمبر:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن کافی ہے بغیر حدیث کے اور بعض کہتے ہیں ہمیں صرف قرآن و حدیث کافی ہے اور سلف صالحین کی اقتداء کرنا ہمارے لئے ضروری نہیں۔

جواب:

سلف صالحین وہ پہلے زمانے کے ہیں اور جو ان کے ساتھ متصل ہیں یعنی صحابہ، تابعین اور ان کی اتباع کرنے والے ان کو سلف کا نام دیا گیا ہے سبقت کے سبب جو ان کے بعد آئے انہیں سالفین یعنی مقدمین اور جو ان کے بعد آئے انہیں متاخرین کہتے ہیں۔ ان کو سلف صالحین کا نام ان پر اور ان کے زمانے پر درستگی کے غلبہ کی وجہ سے دیا گیا۔ سلف صالحین کا اطلاق غالب طور پر فضیلت والے زمانے کے اصحاب پر ہے اور خاص طور پر دو طبقے مراد ہوتے ہیں، صحابہ کرام اور تابعین ان میں ہر طبقہ عظمت والا ہے۔

سلف کی اتباع اور اقتداء واجب قرآن مجید سے ثبوت

قرآن کریم نے صحابہ کرام کی اتباع کو ثابت کیا ہے اور ان کے طریقے کو اختیار کرنے کو لازم قرار دیا ہے اور جو شخص ان کے راستے کے خلاف کرے اس کو دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

اللہ عزوجل کا فرمان:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ

مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ

المومنین نولہ ما تولّی و نُصْلِہ جہنّم وسآءت مصیرًا
(النساء ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو اس کے بعد اس کیلئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے تو ہم اُسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں:

مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں صحابہ کرام جس عقیدے اور عمل کو اختیار کیے ہوئے ہیں اس کا جو عقیدہ ہو (علاوہ) اُس سے درد ناک عذاب کی وعید ہے۔

صحابہ کرام کے اجماع کی صحت پر دلیل

امام شافعی سے جب سوال کیا گیا کہ صحابہ کرام کے اجماع کے صحیح ہونے پر کیا دلیل ہے تو آپ نے درج بالا آیت تلاوت فرمائی جو صحابہ کرام کے علاوہ کسی راستے پر چلے تو اللہ پاک نے اُسے عذاب کی وعید سنائی ہے جیسے طرح آقا کریم علیہ السلام کی مخالفت کرنے پر عذاب کی وعید دی ہے ہدایت آنے کے بعد برابر وہ مومنین کے راستے کی مخالفت کرے یا پھر رسول کی مخالفت کرے

اللہ عزوجل کا فرمان

فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا و ان تولوا فانما ھم فی شقاق فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم (البقرہ ۱۳۷)

امام کے پیچھے قرأت کرنا کیسا؟

عقیدہ اہلسنت وجماعت:

قرآن کریم کثیر احادیث اور علماء کے اقوال وافعال سے ثابت ہے کہ مقتدی کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کرے نہ وہ قرآن کی کوئی سورت پڑھے یہ مسئلہ ہے لا ورنہ سورۃ فاتحہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے نماز چاہے سری ہو یا جہری مقتدی پر واجب ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔

احادیث

امام کے ساتھ قرأت جائز نہیں

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت سے امام کے ساتھ قرأت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کسی صورت میں امام کے ساتھ قرأت جائز نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام تو محض اس لئے ہوتا ہے کہ اسکی اقتدا کی جائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

عقلی دلائل:

ایک عام دنیاوی اصول ہے کہ جب بھی کوئی وفد بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو صرف وفد کا منتخب بندہ نمائندہ ہی بادشاہ کی

حدیث میں عرض کی گئی ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وفد کے تمام افراد
بیک وقت بولیں تو یہ بے ادبی اور گستاخی تصور
کی جائے گی لہذا عقلی تقاضا یہ ہے کہ صرف نمائندہ
ہی بولے۔

تو امام بھی مقتدیوں کی طرف ایک نمائندہ کی حیثیت
رکھتا ہے۔ لہذا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں صرف
امام ہی معروضات پیش کرے۔ تمام مقتدیوں کا
بولنا بے ادبی ہے۔ چنانچہ مقتدیوں کو چاہئے
کہ دوران قرأت خاموشی اختیار کریں۔

دوسرا یہ ہے کہ غیر مقلدین خود کہتے ہیں کہ
بعد میں آنے والے نمازی دوران رکوع اگر امام کے
ساتھ مل جائے تو اسے رکعت حاصل ہو جائے گی۔ اب
اگر غیر مقلدین کے قاعدہ کے مطابق سورۃ فاتحہ
امام کے پیچھے پڑھنی فرض ہے تو اس بعد میں
آنے والے نمازی کو رکعت نہیں ملنی چاہئے کیونکہ اس
نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔

تیسرا یہ کہ شرعی قاعدہ ہے کہ اگر ضامن قرض
ادا کر دے تو مکمل ادا ہو جاتا ہے چونکہ امام بھی
مقتدیوں کا ضامن ہوتا ہے۔ لہذا مقتدیوں کی
قرأت امام کی طرف سے ہو جائے گی۔

اعتراض اول:

حدیث مبارکہ:

جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اسکی کوئی نماز نہیں
اس حدیث سے ثابت ہے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا

ضروری ہے ورنہ نماز باطل ہو جائے گی جبکہ ہم امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتے تو لوگوں کی نماز کیوں برباد کرتے ہو۔

جواب:

اس حدیث مبارکہ میں مقتدی کا سورۃ فاتحہ کے حکم سے خارج ہے مراد یہ ہے کہ جب تم اکیلی نماز پڑھو تو سورۃ فاتحہ ضرور پڑھو۔ امام کے پیچھے نہیں ورنہ قرآن پاک، احادیث کریمہ، اور بزرگان دین سے اختلاف لازم آئے گا یہ تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں جو علیحدہ نماز پڑھ رہا ہو اُس پر سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے تو نماز واجب الاعادہ ہے۔

اعتراض:

اگر امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے تو پھر تم امام کے پیچھے رکوع و سجود کی تسبیح نہ کہو، التحیات نہ پڑھو۔ رکوع و سجود میں اللہ اکبر نہ کہو تم کیوں کہتے ہو۔

جواب:

مذکورہ بالا تسبیحات قرأت میں داخل نہیں قرأت کا تعلق سورۃ فاتحہ اور قرآن کی کسی سورت کو تلاوت کرنے سے ہے یعنی الحمد شریف اور کوئی سی آیات یا سورت پڑھنا قرأت ہے جب مذکورہ بالا تسبیحات قرأت میں داخل نہیں تو جب یہ تسبیحات امام پڑھے تو مقتدی بھی پڑھے۔

ترجمہ: پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لے آئے ہو جب تو وہ ہدایت پا گئے اگر منہ پھیریں تو وہ صرف مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں تو اے حبیب عنقریب اللہ عزوجل ان کی طرف سے تمہیں کافی ہوگا اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

یہ صراحتاً دلیل ہے کہ جس موقف پر صحابہ کرام تھے وہ ہدایت ہے اور حق ہے اور جو ان کے راستے پر چلے تو بے شک وہ ہدایت اور سیدھے راستے پر ہے۔ آیت میں آمنتم سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ پھر جو ان کے نقش قدم پر چلے اور ان کی اقتداء کرے وہ ہدایت پالیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

قل هذه سبيلي أدعو إلى الله على بصيرة أنا ومن اتبعني وسبحان الله وما أنا من المشركين ○ (یوسف 108)

ترجمہ:

تم فرماؤ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میری پیروی کرنے والے کامل بصیرت پر ہیں اور اللہ عزوجل ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں۔ صحابہ کرام سب سے زیادہ نبی پاک علیہ السلام کی اتباع کرنے والے ہیں اور وہ نبی کریم علیہ السلام کے راستے پر ہیں۔ وہ اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔

اللہ عزوجل صحابہ کرام کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ
وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ
شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ
الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا
عَظِيمًا۔ (الفتح: 29)

ترجمہ:

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں تم انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدے کرتے ہوئے دیکھو گے۔ اللہ کا فضل و رضا چاہتے ہیں ان کی علامات ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے یہ ان کی صفت توراۃ میں (مذکور) ہے اور ان کی صفت انجیل میں مذکور ہے (ان کی صفت ایسی ہے) جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی پھر اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہو گئی پھر وہ اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی کسانوں کو اچھی لگتی ہے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کی یہ شان اس لئے بڑھائی تاکہ ان سے کافروں کے دل جلائے اللہ نے ان میں سے ایمان والوں سے بخشش اور بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ عزوجل کا فرمان:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبہ)

ترجمہ:

مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اور وہ لوگ جنہوں نے بھلائی کے ساتھ اُن کی پیروی کی۔ اللہ عزوجل اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ پاک نے اُن کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الفتح 26)

ترجمہ:

اللہ پاک نے اپنا اطمینان نازل کیا اپنے رسول پر اور مومنین پر اور پرہیزگاری کے کلمہ کو اُن پر لازم فرما دیا اور مسلمان اُس کے زیادہ حق دار اور اہل تھے اور اللہ عزوجل ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

حدیث نمبر 1:

رسول کریم علیہ السلام نے صحابہ کی پاکی بیان کی۔ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ لوگوں میں سے سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر اُن لوگوں کا زمانہ

جو اُن کے ساتھ ملے ہوئے ہیں یعنی صحابہ اور پھر جو صحابہ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں یعنی تابعین۔

یہیں آیات و احادیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ ہدایت اور بھلائی پر ہیں اور وہ اس بات کے اہل ہیں کہ ان کی اقتداء اور پیروی کی جائے۔

جو صدرِ اوّل کے عمل اور فقہ سے خالی ہو۔ اسکی خطائیں کثیر ہوتی ہیں اور وہ شاذ اقوال لے آتا ہے۔

سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ:

آپ فرماتے ہیں۔ حدیث کسی کے گمراہ ہونے کا سبب بنتی ہے سوائے فقہاء کے

ابن ابو زید فرماتے ہیں کہ:

کوئی شخص جو فقیہ نہ ہو وہ کبھی حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کرتا ہے اور کبھی اس کیلئے حدیث کے علاوہ کی تاویل کرتا ہے یا مخفی دلیل اس پر دیتا ہے یا جس دلیل نے ترک کو واجب کر رکھا ہے۔

ابن وھب فرماتے ہیں کہ:

ہر وہ شخص جو حدیث کو یاد رکھنے والا اور اس کا فقہ میں کوئی امام نہ ہو تو وہ گمراہ ہے۔ کبھی کبھار صحابہ اور تابعین حدیث کے عمل کے ترک پر جمع ہوئے اور یہ صحیح بھی ہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عمل کا ترک درست اور جائز ہے اگرچہ انہوں نے اسکو بیان نہ کیا۔

ان کا ترک کرنا یہ مستقل دلیل ہے۔ ان کا ترک کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو حدیث سے زیادہ فضیلت دیتے تھے ممکن ہی نہیں ہے کہ صحابہ کرام سنت کے ترک

پر قائم رہے ہوئے اور نہ وہ خطا کرنے والوں پر قائم رہے ہوئے

ابن ابو زید فرماتے ہیں کہ:

یہ سلام سنت کیلئے ہے اس میں رائے قابلِ قبول نہیں اور نہ اسے قیاس کے ذریعے واضح کیا جائے گا اس کی سلف نے جو تاویل کی ہم بھی وہ تاویل کریں گے۔ سلف نے جس پر عمل کیا ہم بھی اس پر عمل کریں گے اور سلف جس چیز سے رکے ہم بھی اس سے رکیں گے ہم ان کی پیروی کریں گے جو انہوں نے بیان کیا ہم ان کی اقتداء کرتے ہیں اس میں جو انہوں نے اخذ کیا اور ہم ان کی جماعت سے نہیں نکلیں گے اس میں جس میں انہوں نے اختلاف کیا یا اس میں تاویل کی۔

خلاصہ بحث:

سلف صالحین کی اتباع میں نجات ہے اور وہ تاویل اور استخراج میں قائدین ہیں۔ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو سکھایا کہ وہ ہدایت اور صراط المستقیم کی طرف دعا کریں۔ صراط منعم والے انبیاء کرام، صالحین اور صالحین ہیں اللہ عزوجل نے ہمیں اس طرح دعا کرنے کا حکم فرمایا:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الخ)

اور دوسری جگہ جن پر انعام کیا گیا ان لوگوں کو بیان فرمایا۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

اللہ عزوجل ہمیں اور تمہیں قرآن و سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سلف کی اقتداء کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور

ہمیں تمام لوگوں کے شر سے محفوظ رکھ۔

آمین یا ربّ العالمین